حجّیتِ خبرِ واحد

مولانا حمید الرحمٰن عباسی، مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور

اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے آقائے نامدار حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی اتاری تھی وہ دو قسم کی ہے۔ ایک وحی جلی اور دوسری وحی خفی۔ یعنی جس کے الفاظ اور مضامین دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھے وہ تو وحی جلی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید اور جس کے مضامین تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھے اور الفاظ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھے وہ وحی خفی ہے۔ جیسا احادیث طیّبہ۔ اور یہ بھی کلام الٰہی ہے کیونکہ احادیث کا مضمون اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ان مضامین کے صرف معبّر اور مبیّن تھے۔ پس ثابت ہوا کہ احادیث نبویہ بھی دراصل کلام الٰہی ہیں۔ اور جس طرح وحی جلی حجّت ہے وحی خفی بھی حجّت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی خفی اتاری گئی ہے۔ وہ تین قسم کی ہے۔ خبر واحد، مشہور اور متواتر۔ جس حدیث کے راوی قرنِ اولیٰ سے لے کر ثالث تک کثیر التعداد رہے ہوں۔ اور جو مختلف ممالک اور اماکن کے باشندے ہوں اور جن کا اجماع جھوٹ پر محال ہو۔ ایسی حدیث کو متواتر کہتے ہیں۔ جیسا کہ قرآنِ مجید کا کلامِ الٰہی ہونا اور پانچ نمازوں کی تعداد اور اگر قرنِ اولیٰ میں اس حدیث کے راوی ایک یا دو ہوں مگر قرنِ ثانی اور ثالث میں وہ حدیث متواتر کی طرح شہرت حاصل کر گئی ہو۔ تو اس کو حدیث مشہور کہتے ہیں اور جس حدیث کے راوی ایک یا دو ہوں مگر وہ قرونِ ثلاثہ میں شہرت حاصل نہ کر سکی ہو تو اس حدیث کو خبر واحد کہتے ہیں۔ (اصول الشاشی بحث ثانی السنۃ صفحہ ۷۳، مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان)

اور یہ حدیث بھی شرعی حجت ہے۔ کیونکہ جس طرح خبر متواتر اور مشہور دراصل کلامِ الٰہی ہیں یہ بھی

حقیقت میں کلام ہی ہے۔ اور شریعت میں کسی بات کے حجّت ہونے کے لیے چار قسم کے دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ کتاب اللہ، سُنّتِ رسول اللہ، اجماعِ اُمّت اور قیاس اب انشاء اللہ بالترتیب یہ دلائل پیش کئے جائیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خبر واحد پر عمل کیا۔

وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ يَسْعَىٰ ز قَالَ يَـٰمُوسَىٰٓ إِنَّ
الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ
النَّـٰصِحِينَ ۝ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ ز قَالَ رَبِّ نَجِّنِي
مِنَ الْقَوْمِ الظَّـٰلِمِينَ ۝ (سورہ القصص آیت: ۲۰ - ۲۱)

ترجمہ:۔ اور شہر کے پرلے سرے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا۔ کہا اے موسیٰ۔ دربار والے تیرے متعلق مشورہ کرتے ہیں کہ تجھ کو مار ڈالیں۔ سو نکل۔ بے شک میں تیری بھلائی چاہنے والا ہوں۔ پھر وہاں سے ڈرتا انتظار کرتا ہوا نکلا۔ کہا۔ اے میرے ربّ مجھے ظالم قوم سے بچا لے۔

تفسیر: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے واقعہ بیان فرمایا ہے کہ جب فرعون حکومت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے کا فیصلہ کیا اور حضرت موسیٰؑ اس سے بے خبر تھے ایک آدمی جو مومن تھا اسے اس فیصلہ کا پتہ چلا تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تلاش کر کے اس کی اطلاع دی کہ اراکین نے دولت نے تمہیں قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ لہٰذا تم یہاں سے چلے جاؤ۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس ایک آدمی کی خبر پر عمل کیا۔ اور مصر سے ہجرت کر گئے۔ اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ خبر واحد حجّت ہے۔

حضرت موسیٰؑ کا خبر واحد پر عمل کرنے کا دوسرا واقعہ

فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ ز قَالَتْ إِنَّ أَبِي
يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ط فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ
عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّـٰلِمِينَ ۝
(سورۃ القصص آیت: ۲۵)

ترجمہ: پھر ان دونوں میں سے ایک اس کے پاس شرم سے چلتی ہوئی آئی۔ کہا کہ میرے

باپ نے تمہیں بلایا ہے کہ تمہیں پلائی کی اجرت دے۔ پھر جب اس کے پاس پہنچا۔ اور اس اس سے تمام حال بیان کیا۔ کہا خوف نہ کر۔ تو بے انصاف قوم سے بچ آیا ہے۔

تفسیر: اس آیت میں واقعہ بیان فرمایا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے ہجرت کر کے مدین شہر میں پہنچے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی بچیوں کے مویشیوں کو پانی پلایا اور ان بچیوں نے جا کر اپنے باپ حضرت شعیبؑ کو اس کی اطلاع دی۔ تو حضرت شعیبؑ نے اپنی ایک بچی حضرت موسیٰؑ کے پاس بھیجی اور انہیں اپنے پاس بلایا اور اس بچی نے آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ میرے والد صاحب نے آپ کو بلایا ہے اور وہ آپ کو پانی پلائی کی مزدوری دینا چاہتے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس ایک بچی کی خبر پر اعتماد کیا اور اس کے ساتھ ہو کر حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس چلے گئے۔ اور نیز حضرت شعیبؑ نے بھی اپنی ایک ہی بچی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کے لیے بھیجی۔ پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شعیبؑ کے نزدیک بھی خبرِ واحد کافی تھی اور حضرت موسیٰؑ کے نزدیک بھی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے خبرِ واحد پر اعتماد کیا۔

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (سورۃ یوسف آیت:۹۶)

ترجمہ: پھر جب خوشخبری والا آیا۔ اس نے وہ کرتہ اس کے منہ پر ڈال دیا۔ تو بینا ہو گیا۔ کہا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا۔ کہ میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

تفسیر: یہ اس دور کا واقعہ ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ بھائیوں کا تعارف ہو گیا۔ تو حضرت یوسفؑ نے اپنا کرتہ انہیں دیا۔ کہ یہ جا کر میرے والد کے چہرے پر ڈالو وہ بینا ہو جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے ایک آدمی کو وہ کرتہ دے کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس بھیجا اور اس نے جا کر وہ کرتہ حضرت یعقوب کے چہرے پر ڈالا تو وہ بینا ہو گیا۔ تو حضرت یعقوب نے فرمایا کہ میں نے تمہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ تو یہاں حضرت یعقوب نے ایک آدمی کی خبر پر اعتماد کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ خبرِ واحد حجت ہے اور قابلِ عمل ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے خبرِ واحد پہ عمل کیا۔

قرآن مجید نے اس کے متعلق سورۃ النمل میں بڑا مفصّل واقعہ بیان فرمایا ہے۔ آیات نقل کرنے کے بجائے صرف اردو تلخیص پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ہُدہُد پرندے نے یمن کی قوم سبا کے حالات بیان کئے۔ کہ وہ قوم مشرک ہے سورج کی عبادت کرتے ہیں اور ان کی سربراہ ایک عورت ہے اور اس کا بہت بڑا تخت ہے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی اس خبرِ واحد پر اعتماد کرتے ہوئے اس ملکہ کو خط لکھا اور وہ خط بھی اسی ہُدہُد پرندے کو دیا اور اس خط میں حضرت سلیمانؑ نے انہیں مسلمان ہوکر اپنے پاس آنے کی دعوت دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے نزدیک خبرِ واحد حجّت تھی۔

اہلِ کتاب[۵] کے علماء کو خبرِ واحد بیان کرنے کا حکم تھا۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ز فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ط فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ۔ (سورۃ آل عمران آیت: ۱۸۷)

ترجمہ: اور جب اللہ نے اہلِ کتاب سے یہ عہد لیا کہ اسے لوگوں کے سامنے ضرور بیان کروگے۔ اور نہ چھپاؤگے۔ انہوں نے وہ عہد پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑا مول خرید کیا۔ سو کیا بُرا ہے جو خریدتے ہیں۔

تفسیر: ملّا جیون رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف نور الانوار میں حجّیت خبرِ واحد پر آیت نقل کرکے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی کتاب کی تبیین و تبلیغ اور وعظ و نصیحت ہر اس شخص پر لازم قرار دی ہے۔ جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ خواہ فردِ واحد ہو یا جماعت اور پھر فرمایا کہ اس تبلیغ کا مقصد کیا ہے کہ لوگ اس پر عمل کریں اور فرمایا کہ اس سے ثابت ہوا کہ خبرِ واحد حجّت ہے۔

رسول[۶] اللہ کے ہر ارشاد پر عمل ضروری ہے۔

مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ق وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ج

(الحشر آیت: ۷)

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول دے اسے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔

تفسیر: یہ آیت نزول کے اعتبار سے اگرچہ خاص ہے کیونکہ یہ مالِ فے کی تقسیم کے بارے میں اتری ہے۔ لیکن مفسّرین حضرات کا یہ مسلّم اور طے شدہ اصول ہے کہ "العبرلعموم الالفاظ لالخصوص المعانی" یعنی اعتبار عام صیغوں کا ہوتا ہے۔ خاص شان نزول کا نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہاں شان نزول تو خاص ہے مالِ فے کے بارے میں ہے کہ مالِ فے میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اور جتنا کسی کو دیں وہ لے اور جس سے منع کریں وہ نہ لے مگر حکم عام ہے۔ کیونکہ آیت کے شروع میں ہے ما اتاکم کہ جو تمہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیں وہ قبول کرو اور یہ لفظ ما جس کا ترجمہ جو ہے۔ یہ عام ہے دنیاوی مال ومتاع کو بھی شامل ہے اور قرآن مجید اور سنّت (یعنی وحی جلی اور خفی کو بھی شامل ہے اور یہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ جس طرح قرآن مجید وحی الٰہی اور کلام الٰہی ہے اسی طرح سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وحی الٰہی اور کلامِ الٰہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ اور مضامین دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور احادیث طیبہ کے مضامین صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اور الفاظ جناب نبی علیہ السلام کی طرف سے ہوتے ہیں اس اعتبار سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان مضامین کے مبیّن اور معبّر تھے۔ اور احادیث پھر عام ہیں خواہ خبر متواتر ہو یا مشہور یا آحاد ہوں یہ سب وحی من اللہ ہیں۔ پس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تمہیں جو ملے خواہ مال ہو یا وحی جلی اور خفی۔ خبر متواتر ہو یا مشہور یا آحاد ان سب کو قبول کرو۔ پس اس آیت سے ثابت ہوا خبر واحد بھی وحی من اللہ ہے اور اور حجّت ہے۔ خواہ اوامر میں سے ہو یا منہیات میں سے وہ سب قابل قبول ہیں اور سورۃ النجم والی آیت میں بھی فرمایا ہے وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دینی امور اور معاملات میں جو فرماتے ہیں وہ سب وحی من اللہ ہے۔ آپ دینی معاملات میں اپنی رائے سے کوئی بات نہیں کرتے۔

رسول اللہ کی امت کو خبر واحد سیکھنے سکھانے اور اس پر عمل کرنے کا حکم۔

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ -

سورۃ التوبہ آیت: ۱۲۲)

ترجمہ: سو کیوں نہ نکلا ہر فرقے میں سے ایک حصّہ تاکہ دین میں سمجھ پیدا کریں۔ اور جب

اپنی قوم کی طرف واپس آئیں تو انہیں ڈرائیں تاکہ وہ بچتے رہیں ۔

تفسیر : ملاجیونؒ نے اپنی تالیف نور الانوار میں حجّیت خبر واحد پر یہ آیت نقل کرکے فرمایا ہے ۔ ضمیر لیتفقھوا ولینذروا ورجعوا طائفہ کی طرف لوٹتی ہے ۔ اور الیھم ولعلھم کی ضمیر فرقہ کی طرف لوٹتی ہے ۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے طائفہ پر انذار واجب کیا ہے اور طائفہ ایک دو اور زیادہ کو بھی شامل ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرقہ پر اس طائفہ کی بات ماننا اور اس پر عمل کرنا واجب کیا ہے ۔ پس ثابت ہوا کہ خبر واحد بھی حجّت ہے اور موجب للعمل ہے ۔ کیونکہ یہ دعوت دینا جس طرح پوری جماعت پر فرض ہے اسی طرح ایک پر بھی فرض ہے ۔ یہ مقصد نہیں کہ پوری جماعت ہو تب تو وہ دعوت دیں اور اگر ایک فرد ہو تو وہ دعوت نہ دے ۔ بلکہ یہ دعوت کا فریضہ جماعت کے ایک ایک فرد پر عائد ہوتا ہے اور وہ دعوت عام ہے خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی اور قوم پر ہر اس فرد کی دعوت قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔
ہر فرد کی دعوت کی وجہ سے ہی رسول اللہ کی امت کو پہلی اُمّتوں پر فضیلت اور شرف نصیب ہوا ۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝
كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ
تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔ سورۃ آلِ عمران آیات : ۱۰۴ - ۱۱۰)

ترجمہ : چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو نیک کام کی طرف بلاتی رہے اور اچھے کاموں کا حکم کرتی رہے اور بُرے کاموں سے روکتی رہے اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں ۔ تم سب امتوں میں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لیے بھیجی گئیں ۔ اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو ۔ اور بُرے کاموں سے روکتے ہو ۔

تفسیر : یہاں سورۃ آلِ عمران کی دو آیتیں نقل کی گئی ہیں ۔ ان دونوں میں حجّیت خبر واحد کی واضح دلیل موجود ہے ۔ کیونکہ پہلی آیت میں تو اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے فرمایا ہے ۔ کہ تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیئے جو نیک کاموں کی طرف بلاتی رہے ۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتی رہے یہاں اللہ تعالیٰ نے امت کا صیغہ ذکر فرمایا ہے ۔ یعنی اس امت کے ہر فرد کا یہ فریضہ ہے کہ

نیکی کی طرف بلائے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔ اور آخر میں فرمایا ہے کہ وہی افراد کامیاب ہوں گے جو یہ فریضہ ادا کریں گے۔ اور دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ دعوت کا یہ فریضہ ادا کرنا اس امت کا طرّہ امتیاز ہے۔ اگرچہ پہلی امتوں کو بھی یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی مگر انہوں نے یہ ذمہ داری پوری نہیں کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ امت اس کا حق ادا کر رہی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ دعوت کا فریضہ ادا کرنا اس امت کے ہر فرد پر لازم ہے۔ یہ افراد اور میں ہوں۔ جس جگہ ہوں۔ فرد واحد ہو یا ہزاروں ہوں۔ ان کو یہ کام کرنا ہے یہ مقصد نہیں ہے کہ اس امت کے پورے افراد قرون اولیٰ سے لے کر تا قیامت جتنے ہوں۔ وہ سارے ایک جگہ ہوں اور وہ دعوت دیں۔ تب تو وہ دعوت قابل قبول ہے ورنہ نہیں۔ پس ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ خبر واحد بھی حجّت ہے اور قابل قبول ہے۔ اور بقیہ امت کو یہ خبر قبول کرنا چاہیے اور انہیں اس پر عمل کرنا چاہیے۔ اگر خبر واحد حجّت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان آیات میں اس امت کے ہر فرد پر یہ دعوت کا فریضہ عائد نہ کرتے۔ یہاں تک تو حجّیت خبر واحد پر آیات قرآنیہ سے استدلال کیا گیا ہے اور اب اس کے بعد احادیث سے دلائل عرض کریں گے۔

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہر صحابی کو دوسروں تک دعوت پہنچانے کا حکم دیا۔

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ۔

(مشکوٰۃ باب خطبہ یوم النحر) مطبع مجتبائی دہلی

ترجمہ: ہر موجود غائب تک پہنچا دے۔ لیبا اوقات پہنچایا ہوا سامع کی بنسبت زیادہ محافظ ہوتا ہے (یہ حدیث بخاری اور مسلم میں موجود ہے)

تفسیر: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر خطبہ یوم النحر میں یہ مذکورہ ارشاد فرمایا تھا۔ کہ جو بھی اس مجمعہ میں موجود ہے وہ ان تک یہ فریضہ پہنچا دے جو موجود نہیں ہیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ خبر واحد حجّت ہے کیونکہ آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ تم سارے مل کر ہی دعوت دوگے تب دعوت قابل قبول ہے ورنہ نہیں ہے اور یہ بھی نہیں فرمایا تھا کہ تین چار مل کر دعوت دو بلکہ ہر موجود کو فرمایا ہے کہ دوسرے تک پہنچا دے۔ پس ثابت ہوا کہ خبر واحد حجّت ہے۔ اگر یہ حجّت نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اہم فریضہ ہر ایک کے سپرد نہ کرتے۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ جس دین پر آپؐ نے تئیس سال تک محنت کی تھی اسے کسی غیر ذمہ دار کے سپرد کر کے دنیا سے چلے

جاتے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یقین تھا کہ آپ کے صحابہ میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے تب ان کو یہ اہم فریضہ سونپا تھا۔)

۲۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاس انّ النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کتب قیصر یدعوہ الی الاسلام وبعث بکتابہ الیہ دحیۃ الکلبی وامرہ ان یدفعہ الی عظیم بُصْریٰ لید فعہ الیٰ قیصر فاذا فیہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم من محمد عبد اللّٰہ ورسولہ الیٰ ھِرَقل عظیم الروم سلام علی من اتّبع الھدیٰ۔ امابعد فانا ادعوك بداعیۃ الاسلام اَسْلِمْ تَسْلَمْ۔ وَاَسْلِمْ یوتك اللّٰہ اَجْرَكَ مرتین وان تولیت فعلیك اثم الاریسیین۔ ویا اھل الکتب تعالوا الیٰ کلمۃ سوآء بیننا وبینکم ان لا نعبد الّا اللّٰہ ولا نشرك بہٖ شیئًا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللّٰہ فان تولّوا فقولوا اشھد وا بانّا مسلمون۔

(مشکوٰۃ باب الکتاب الی الکفار صفحہ ۳۴۰ مطبع مجتبائی دہلی)

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر (شاہ روم) کو خط لکھا۔ آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی اور دِحیہ کلبی کو وہ خط دیکر اس کی طرف بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ نامہ حاکم بُصریٰ کے پاس پہنچائے تاکہ وہ اس خط کو قیصر تک پہنچائے۔ پس اس میں یہ لکھا ہوا تھا۔ اللہ ہی کے نام سے شروع جو بہت بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے۔ ہرقل روم کے بڑے کے نام اس پر سلام ہو جس نے ہدایت کی اتباع کی۔ اس کے بعد تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں کہ مسلمان ہو جا بچ جائے گا۔ اگر تو مسلمان ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے دہرا اجر عطا فرمائے گا۔ اور اگر تو روگردانی کرے گا تو رعیت کا گناہ تجھ پر ہوگا۔ اے اہل کتاب آجاؤ میں تمہیں ایک بات کی دعوت دیتا ہوں جو تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔

اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور اللہ کے سوا ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں اور اگر تم اس سے لوٹ جاؤ گے تو گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں ۔)

تشریح : اس حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ خبر واحد حجت ہے ۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعوت نامہ دیکر صرف صحابی دحیہ کلبی کو بھیجا تھا ۔ تین یا چار کو نہیں بھیجا تھا اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو آپ بہت سے صحابہ کو یہ دعوت نامہ دیکر بھیجتے ۔)

وعنه انّ رسول صلی اللہ علیه وسلم بعث بكتابه الى كِسریٰ مع عبد اللہ ابن خذافة السّهمیّ فامره ان یدفعهٗ الی عظیم البحرین الی كِسریٰ فلمّا قرأه مزّقهٗ - قال ابن المسیب فدعا علیهم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان یمزق کلّ ممزق ۔

(مشکوٰۃ بحوالہ مذکور)

ترجمہ : اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن حذافہ کو اپنا خط دے کر کسریٰ (شاہ ایران) کے پاس بھیجا ۔ اور اسے فرمایا کہ یہ خط بحرین کے بڑے حاکم کو دینا ہے ۔ تو بحرین کے بڑے حاکم نے وہ خط کسریٰ تک پہنچایا جب اس نے اسے پڑھا تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ۔ ابن مسیّب نے کہا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بد دعا کی کہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں ۔

تشریح : یہ تیسری حدیث ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شاہ ایران کسریٰ کے پاس دعوت نامہ دے کر صرف ایک صحابی کو بھیجا تھا ۔ وفد نہیں بھیجا تھا معلوم ہوتا ہے خبر واحد حجّت ہے تب ہی تو آپ نے ایسا کیا تھا ۔ نہ وفد بھیجتے ۔ اور جب انہوں نے خط کی توہین کی تو آپ نے ان پر بد دعا فرمائی ۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ بادشاہ کے بیٹے نے اسے قتل کر دیا اور کچھ عرصہ بعد وہ بیٹا خود بھی مر گیا ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خبر واحد کو مسترد کرنے والوں پر اللہ کا عذاب آتا ہے ۔

عَنْ عَبْدُ اللہ ابن عمر عن النّبی صلی اللہ علیه وسلم قالَ ان بلالاً ینادی بلیل فكلوا واشربوا حتّی ینادی ابن ام مكتوم ۔

(بخاری ، جلد ثانی ص ۱۰۷۶ بحث کتاب اخبار الآحاد مطبع مجتبائی دہلی)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا بلال رات کو آذان دیتا ہے۔ اس وقت کھاؤ پیو یہاں تک ابن ام مکتوم آذان نہ دے۔

تشریح: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں دو مؤذن مقرر کیے ہوئے تھے۔ ایک حضرت بلالؓ اور دوسرے عبداللہ بن ام مکتوم۔ حضرت بلال رات کے وقت آذان دیتے تھے تاکہ لوگ بیدار ہو کر سحری کھائیں اور حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم روزہ بند کرتے وقت آذان دیتے تھے تاکہ لوگ اب کھانا پینا چھوڑ دیں۔ مگر چونکہ اس طریقہ کار میں اشتباہ ہو جاتا اس لیے آپ نے اسے رفع کرنے کے لیے فرمایا کہ بلالؓ کی آذان کے وقت کھاتے پیتے رہو اور عبداللہ بن ام مکتوم کی آذان کے وقت بند کر دو۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خبر واحد حجت ہے۔ تب ہی تو آپ نے ایک مؤذن مقرر کیا ہوا تھا اور اسی پر امت کا عمل ہے اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو آپ متعدد مؤذن مقرر کرتے۔

۵۔ ترجمہ: ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر بھی تھے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے اُٹھ کر چلے گئے اور واپسی میں آپؐ نے تاخیر کی اور ہمیں خدشہ لاحق ہوا کہ ہمارے سوا آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے اور ہمیں گھبراہٹ لاحق ہوئی اور ہم اٹھ کھڑے ہوئے اور سب سے پہلے میں گھبرایا پس میں رسول اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے کے لیے نکلا یہاں تک کہ انصار میں سے بنی نجار کے باغ تک پہنچا۔ پھر میں اس باغ کے آس پاس گھومتا رہا تاکہ اس کا دروازہ پالوں مگر مجھے اس کا دروازہ نہ ملا۔ پس اچانک میں نے ایک پانی کی نال دیکھی جو باغ کے باہر سے واقع کنوئیں سے باغ کے اندر جا رہی تھی۔ پس میں سمٹ کر اس سے باغ کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا ابوہریرہ؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ تو فرمایا تیرا کیا حال ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ آپؐ ہمارے ساتھ تشریف فرما تھے پھر اُٹھ کر چلے آئے اور پھر آپؐ کو دیر لگ گئی۔ پھر ہمیں خطرہ لاحق ہوا کہ ہمارے سوا آپؐ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے تو ہم گھبرا گئے۔ اور سب سے پہلے مجھے گھبراہٹ ہوئی۔ پھر میں اس باغ کے

پاس آیا اور لومڑی کی طرح سمٹ کر اندر داخل ہوا۔ اور وہ لوگ بھی میرے پیچھے آ رہے ہیں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے جوتے دیے اور فرمایا ابوہریرہ میرے یہ دونوں جوتے لے جاؤ اور جو بھی تمہیں اس باغ کی پرلی طرف ملے اور گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اس کے دل میں یقین بھی ہو تو اسے جنت کی خوشخبری سنا دو۔

(مشکوٰۃ کتاب الایمان صفحہ ۱۵ مطبع مجتبائی دہلی)

تشریح: یہاں ایک لمبی حدیث کے ایک حصّے کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ خبر واحد حجت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی یہ بشارت سنانے کے لیے صرف ایک ابوہریرہؓ کو منتخب فرمایا تھا۔ اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو آپؐ انتظار فرماتے اور دوسرے صحابہؓ کو آنے دیتے اور سب کو اس پر مامور فرماتے اور اس سلسلہ میں اور بھی متعدد واقعات موجود ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر واحد پر عمل کیا تھا اور ہم نے اختصار کے طور پر صرف پانچ ہی واقعات لکھے ہیں۔)

رسول اللہ کی موجودگی میں صحابہؓ کا خبر واحد پر عمل کرنا۔

عن عبد الله ابن عمر قال بينا الناس بقباء فى صلوٰة الصبح اذ جاء هم اٰتٍ فقال انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قد انزل عليه الليلة قرآن و قد امِرَ ان يستقبل الكعبة فاستقبلوها وكانت وجوههم الى الشام فاستداروا الى الكعبة۔

(بخاری، جلد ثانی صفحہ ۱۰۷۷ مطبع مجتبائی دہلی)

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ لوگ اس دوران کہ مسجد قبا میں صبح کی نماز میں تھے تو اچانک ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رات کو قرآن اتارا گیا ہے اور آپ کو کعبہ رخ ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا تم بھی کعبہ رخ ہو جاؤ اور ان لوگوں کے چہرے شام کی طرف تھے تو وہ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

عن البراء قال لمّا قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة صلّى نحو بيت المقدس ستّة عشر شهرا او سبعة

عشر شهرا وکان یحبُّ ان یُوجّه الکعبۃ فانزل اللّٰہ ۔ قد نَرٰی تَقَلُّبَ وَجهكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبلَةً تَرضٰهَا ۔ فوجّہ نحو الکعبۃ وصلی معہ رجل العصر ثم خرج فمرّ علی قوم من الانصار فقال ھو یشھد انہ صلّی مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم وانہ قد وُجّہ الی الکعبۃ فانحرفوا وھم رکوع فی صلوٰۃ العصر ۔ (بخاری بحوالہ مذکور)

ترجمہ : حضرت برارؓ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو سولہ یا سترہ ماہ تک آپ نے بیت المقدس کیطرف منہ کرکے نمازیں پڑھیں اور آپ پسند کرتے تھے کہ انہیں کعبہ کی طرف پھیرا جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ۔ کہ ہم آسمان کی طرف تیرے چہرے کا پھرنا دیکھتے تھے ۔ ہم ضرور تجھے اس قبلہ کی طرف پھیریں گے جسے تو پسند کرتا ہے ۔ پھر پھیر دیا گیا آپ کا چہرہ کعبہ کی طرف اور آپ کے ساتھ ایک آدمی نے عصر کی نماز پڑھی ۔ پھر وہ نکل گیا اور انصار کی ایک قوم کے پاس سے گزرا پس کہا کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور آپ کو قبلہ رخ ہونے کا حکم دے دیا گیا ہے ۔ تو وہ لوگ بھی بیت المقدس کی طرف سے ہٹ گئے ۔ حالانکہ وہ نماز عصر کے رکوع میں تھے ۔

تشریح : یہاں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور ان دونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خبر واحد حجت ہے ۔ کیونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھیں اور جب آپ کو کعبہ کی طرف نماز پڑھنے حکم ملا تو آپ نے کعبہ کی طرف پڑھنا شروع کر دی ۔ اور مسجد قبا والوں کو جب ایک شخص نے یہ خبر دی ۔ تو انہوں نے نماز کی حالت میں ہی یہ خبر قبول کر لی اور قبلہ کی طرف پھر گئے اور اس طرح بنو نجار کو بھی جب یہ خبر ملی تو انہوں نے بھی قبول کر لی ۔ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر نہ فرمائی کہ تم نے ایک آدمی کی خبر پر بیت المقدس کیوں چھوڑا اور قبلہ رخ کیوں ہوئے ۔ پس ثابت ہوا کہ صحابہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی خبر واحد پر عمل کیا تھا ۔ اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو حضورؐ ان کو ضرور منع کرتے ۔

آپ کے وصال کے بعد بھی صحابہؓ نے خبر واحد پر عمل کیا۔

عن عائشۃؓ قالت لمّا قُبِضَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اختلفوا فی دفنہ فقال ابو بکر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئاً قال ما قبض اللہ نبیّا الا فی موضع الّذی یُحبّ ان یدفن فیہ ادفنوہ فی موضع فراشہ۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۷ باب وفات النبی مطبع مجتبائی دہلی)

ترجمہ: عائشہؓ سے روایت ہے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نے پرواز کی تو آپ کی تدفین میں صحابہؓ میں اختلاف ہوا۔ تو ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سنی تھی فرمایا اللہ تعالیٰ نبی کی روح اسی جگہ قبض کرتا ہے جہاں وہ پسند کرتا ہے کہ اسے وہاں دفنایا جائے لہٰذا آپ کو آپ کے لیٹنے کی جگہ میں ہی دفناؤ۔

تشریح: اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی صحابہؓ نے خبر واحد پر عمل کیا اور خبر واحد حجت ہے۔ کیونکہ آپ کے وصال کے بعد آپ کی تدفین کے لیے جگہ کے انتخاب کا مسئلہ پیدا ہوا اور صحابہؓ نے مختلف رائے دی تو اس موقعہ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد گرامی نقل کیا اور فرمایا کہ میں نے آپؐ سے سنا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ نبی کی روح وہیں قبض کی جاتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ اس کی تدفین کو پسند کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ کو آپ کے حجرہ شریف میں ہی دفنا دو۔ چنانچہ یہ خبر سنتے ہی تمام صحابہؓ نے اس پر اتفاق کیا۔ اور آپ کو آپ کے حجرہ شریف میں ہی دفنا دیا گیا۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ آپ کے وصال کے بعد صحابہؓ نے خبر واحد پر عمل کیا اور صحابہؓ میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا تھا اور اس حدیث کے راوی صرف حضرت ابوبکرؓ ہی تھے اور کوئی نہیں تھا۔ معلوم ہوا کہ تمام صحابہؓ خبر واحد کو حجت سمجھتے تھے اور اس کی حجیّت پر صحابہ کا اتفاق اور اجماع تھا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الملک فی قریش والقضاء فی الانصار والاذان فی الحبشۃ والامانۃ

فی الازد یعنی الیمن۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۲ باب مناقب قریش)
ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بادشاہت (یعنی خلافت) قریش میں ہونا چاہیے۔ عہدِ قضا انصار میں۔ آذان اہل حبشہ میں اور امانت قبیلہ ازد میں یعنی یمن میں اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے۔
قال ابوبکر لقد علمت یا سعد انّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال وانت قاعد قریش ولاۃ ھذا الامر فقال لہ صدقت فبایعوا ابابکر (کذا رواہ احمد) حاشیہ نور الانوار بحث اقسام السنۃ۔
ترجمہ: ابوبکرؓ نے کہا اے سعد تو یقیناً جانتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اور تم بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ قریش اس کام کے متولی (خلفاء) ہوں گے تو سعد نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا ہے۔ پھر انہوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی۔

تشریح: یہاں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی ابوہریرہ سے مروی ہے اور دوسری حضرت ابوبکر سے منقول ہے۔ ان دونوں میں فضائل قریش مذکور ہیں۔ پہلی حدیث میں تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کے عہدے تقسیم فرمائے تھے۔ فرمایا کہ خلافت قریش میں مناسب ہے۔ قضا انصار میں۔ اذان حبشیوں میں اور دیانت امانت اور خزانوں کے عہدے یمن والوں کے پاس مناسب ہیں مگر اس حدیث کے راوی صرف حضرت ابوہریرہؓ تھے۔ اور دوسری حدیث میں اس مضمون کی تائید ہے۔ کہ خلافت کے عہدے قریش کے پاس ہونے چاہئیں۔ اور اس حدیث کے راوی بھی اکیلے حضرت ابوبکر ہیں۔ اور اسی طرح اور بھی بعض احادیث میں فضائل قریش مذکور ہیں مگر ان سب احادیث کے رواۃ احادی ہیں۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر ملال کے بعد آپ کی جانشینی اور خلافت کا مسئلہ جب درپیش آیا تو انصار نے اپنا ایک اجلاس بلایا اور سعد بن عبادہ کو اپنا امیر منتخب کرنا چاہا اور مہاجرین میں سے بھی بعض نے کہا کہ ہمارا اپنا امیر ہوگا۔ اس وقت مہاجرین میں سے کبار صحابہؓ آگے بڑھے اور قریش کے

فضائل جو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول تھے وہ انصار کو سنائے اور انصار نے وہ فضائل سننے کے بعد مہاجرین سے اتفاق کیا اور اپنا امیر الگ چننے کے بجائے قریشی امیر پر راضی ہو گئے اور پھر سب مہاجرین اور انصار نے حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پس فضائل قریش کی احادیث احاد ہیں اور مہاجرین نے ان کو سند بنایا اور انصار نے سن کر انہیں قبول کیا۔ اس سے واضح معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی صحابہؓ نے خبر واحد کو قبول کیا اور اس پر عمل بھی کیا۔ پس خبر واحد کی حجیت صحابہ کے مابین بھی اتفاقی تھی۔ کسی نے اختلاف نہیں کیا تھا کہ یہ اخبار سب احاد ہیں ہم انہیں نہیں مانتے۔ اور اس پر عمل تواتر کا درجہ اختیار کر گیا تھا اور اسی طرح ائمہ مجتہدین کا بھی حجیت خبر واحد پر اتفاق ہے۔ البتہ اس کے لیے کچھ شرطیں ہیں جو عنقریب عرض کریں گے۔

ضرورت خبر واحد

جس طرح انسان کا کلام دو قسم کا ہوتا ہے مجمل اور مفصل اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کلام بھی دو قسم ہے مجمل اور مفصّل اور جس طرح انسان کلام مفصّل تفسیر اور توضیح کا محتاج نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کلام مفصّل بھی تفسیر اور توضیح کا محتاج نہیں ہے۔ ہر آدمی اس کا ترجمہ دیکھ اور سن کر اس کی مراد کو سمجھ سکتا ہے۔ قرآن مجید میں عقیدہ توحید و رسالت اور قیامت کے بارے میں جو آیات ہیں وہ تقریباً سب ہی مفصل ہیں۔ ایک جگہ اگر ان کی تفصیل موجود نہ ہو تو دوسری جگہ وہ تفصیل ضرور موجود ہوتی ہے۔ لیکن احکامات اور منہیات و ممنوعات کے متعلق جو آیات ہیں وہ سب مجمل ہیں۔ اور جس طرح انسان کا کلام مجمل تفصیل کا محتاج ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے کلام مجمل کی صحیح مراد کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے خود اپنے اس کلام کی تفسیر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی ہے جو احادیث کے نام سے مشہور و معروف ہے اور اسی کو وحی خفی اور وحی غیر متلو بھی کہتے ہیں اور پہلے یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی اتاری تھی وہ دو قسم کی ہے۔ ایک تو وہ وحی ہے جس کے الفاظ اور مضامین دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھے جیسا کہ قرآن مجید۔ اور دوسری وحی وہ ہے جس کے صرف مضامین اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے الفاظ میں تعبیر فرمایا ہے اور آپ نے یہ جو تعبیر فرمائی تھی کبھی تو ایک جماعت کے سامنے فرمائی تھی۔ اور کبھی کسی فرد واحد کے سامنے

بیان فرمائی تھی۔

اور جماعت کے سامنے آپؐ نے جو تفسیر بیان فرمائی وہ انہوں نے اوروں تک پہنچائی یہاں تک کہ تمام صحابہ کرامؓ تک وہ بات پہنچ گئی اور سب میں مشہور ہوگئی۔ ایسی حدیث کو حدیث متواتر کہتے ہیں اور جو حدیث اور تفسیر آپؐ نے کسی فرد واحد تک پہنچائی اور پھر اس نے کسی دوسرے کو سنائی یہاں تک کہ وہ مشہور ہوگئی تو ایسی حدیث کو مشہور یا اس نے کسی دوسرے تک وہ بات پہنچائی اور اس نے تیسرے تک پہنچائی لیکن وہ حدیث شہرت حاصل نہ کر سکی تو ایسی حدیث کو خبر واحد کہتے ہیں۔ بہر حال احادیث متواترہ ہوں مشہورہ ہوں یا آحاد ہوں۔ ان سب کے مضامین اللہ تعالیٰ کی طرف ہیں اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے الفاظ میں ان مضامین کی تفسیر بیان فرمائی ہے اور سب احادیث قرآن مجید کی مجمل آیات کی تفسیر ہیں۔ خواہ وہ متواتر ہوں مشہور ہوں یا آحاد ہوں۔ احادیث متواترہ کی تعداد کم ہے۔ اور مشہور ان سے زیادہ ہیں اور آحاد مشاہیر سے بھی زیادہ ہیں۔ بہر حال تشریح اور تفسیر قرآن کے لیے ان سب کی ضرورت ہے۔ مگر اخبار کی سب سے زیادہ ضرورت ہے کیونکہ وہ بھی تو قرآن مجید کی تفسیر میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بیان فرمایا ہے۔ اگر ان کو ترک کر دیا جائے تو قرآن مجید کی اکثر آیات مہمل رہ جاتی ہیں۔ کیونکہ وہ آیات مجمل ہیں اور ان اخبار آحاد کے سوا ان کی کوئی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہے۔ لہٰذا اخبار آحاد سے حجت پکڑنا بے حد ضروری ہے۔

آیت وضو کی تفسیر خبر واحد پر موقوف ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ط

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم نماز کے لیے اُٹھو تو اپنے منہ دھو لو اور ہاتھ کہنیوں تک اور اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھو لو۔

تفسیر: عن الحكم بن سفيان قال كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا بال توضّاء ونضح فرجه۔ (مشکوٰۃ باب آداب الخلاء صفحہ ۴۳)

عن انس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدخل الخلاء فاحمل

انا وغلام اداوة من ماء وعنزة يستنج بالماء۔
(مشکوٰۃ باب آداب الخلاء صفحہ:۴۲)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلا میں داخل ہوتے تھے تو میں اور ایک غلام پانی کا لوٹا اور لاٹھی اٹھاتے تھے پھر آپ پانی سے استنجا کرتے تھے۔

تشریح: یہاں سورۃ المائدہ کی یہ آیت کریمہ مجمل ہے کیونکہ یہاں اتنا فرمایا ہے کہ جب نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ دھولو۔ یہاں استنجا کرنے کا ذکر نہیں ہے کہ آیا استنجا بھی کرنا ہے یا نہیں کرنا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے کرکے بتایا ہے کہ بقیہ اعضار وضو سے پہلے استنجا کرنا ضروری ہے چنانچہ یہاں حکم بن سفیان والی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تھے تو شرمگاہ پر پانی کے چھینٹے بھی مارتے تھے تاکہ وساوس دور ہو جائیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے کہ میں اور ایک لڑکا یعنی ابن عباس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استنجے کے لیے پانی اُٹھا کرے جاتے تھے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیسے اور کہاں سے معلوم کیا کہ اعضار وضو ہونے سے پہلے استنجا بھی کرنا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب اس آیت وضو میں غور کیا جائے تو خود بخود معلوم جاتا ہے کہ استنجا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے ہاتھ منہ پاؤں دھونے کا حکم دیا ہے اور سر کا مسح کرنے کا حکم دیا ہے حالانکہ ان اعضار پر کوئی نجاست لگی ہوئی نہیں ہوتی مگر بوقت نماز ان کو دھونے کا حکم ہے۔ تو پھر بدن کا وہ حصّہ جس پر نجاست حقیقیہ اور غلیظہ لگی ہوئی ہو تو اس کو تو یقیناً دھونا فرض ہوا۔ اس لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے کرکے بتایا کہ استنجا کرنا ضروری ہے۔ مگر یہ دونوں حدیثیں خبر واحد ہیں۔ ان کو اگر صحیح نہ قرار دیا جائے تو اس کا مقصد یہ بنے گا کہ نماز کے وقت بقیہ اعضار تو دھو لینے چاہیں لیکن استنجار کی جگہ اگر گندگی لگی ہوئی ہو تو نماز پڑھ لینا چاہیے لیکن ایک ذی عقل اس کو حماقت پر ہی حمل کرے گا۔ کہ جہاں غلاظت لگی ہوئی ہے اس کو دھوتے نہیں اور جہاں نہیں اسے دھوتے ہیں۔
اعضا وضو ہونے کی تعداد بھی خبر واحد پر موقوف ہے۔

عَن عثمان انّہ توضاء فافرغ علی یدیہ ثلاثا ثم تمضمض

واستنثر ثم غسل وجهه ثلاثا ثم غسل يده اليمنى الى المرفق ثلاثا ثم غسل يده اليسرى الى المرفق ثلاثا ثم مسح براسه ثم غسل رجله اليمنٰى ثلاثا ثم اليسرٰى ثلاثا ثم قال رئيت رسول الله صلى الله عليه وسلم توضاءَ نحو وضوئى هٰذا ثم قال من توضاء وضوئى هٰذا ثم يصلّى ركعتين لايحدّث نفسه فيهما بشئ غفرله ما تقدم من ذنبه۔ (مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ صفحہ ۳۹)

ترجمہ: حضرت عثمانؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے وضو کیا پھر اپنے دونوں ہاتھوں پر تین تین مرتبہ پانی ڈالا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر اپنا منہ تین مرتبہ دھویا۔ پھر اپنا دایاں ہاتھ کہنی تک تین مرتبہ دھویا۔ پھر اپنا بایاں ہاتھ کہنی سمیت تین مرتبہ دھویا۔ پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر اپنا داہناں پاؤں تین مرتبہ دھویا۔ پھر بایاں پاؤں تین مرتبہ دھویا پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اسی طرح وضو کیا جس طرح میں نے کیا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا جو میرے اس وضو کی طرح وضو کرے۔ پھر دو رکعات پڑھے اور ان میں اپنے نفس کے ساتھ کوئی بات نہ کرے تو اس کے سابقہ سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

تشریح: یہ حدیث بھی آیت وضو کی تفسیر ہے مگر یہ خبر واحد ہے اس کے راوی صرف حضرت عثمان ہیں۔ اس آیت میں تو اتنا بتایا ہے کہ جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنا منہ دھولو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں کے ساتھ دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرلو اور اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں کے ساتھ دھولو۔ پس اتنا ہی ذکر ہے یہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ ایک دفعہ ہونا ہے یا تین دفعہ دھونا ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے کرکے بتایا کہ منہ اور ہاتھوں اور پاؤں کو تو تین تین مرتبہ دھونا ہے اور سر کا مسح ایک مرتبہ کرنا ہے۔ مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپؐ نے یہ کہاں سے اور کیسے معلوم کیا کہ اعضاء وضو کو تین تین مرتبہ دھونا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے۔ لہٰذا وضو سے پہلے استنجاء کرنا اور اعضائے وضو کو تین تین مرتبہ دھونا اور ایک مرتبہ سر کا مسح کرنے کا یہ طریقہ خود اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کو بتایا تھا۔ اور دنیا میں یہ مانا ہوا اصول بھی ہے کہ جب کسی چیز کو صاف کرنا ہو تو اسے کئی بار دھوتے ہیں۔ ایک دفعہ پر کوئی اکتفا نہیں کرتا۔ کیونکہ ایک دفعہ سے اچھی طرح صفائی نہیں ہوتی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں تین دفعہ پر اکتفا کرنے کی تعلیم دی ہے۔ بہرحال یہ حدیث خبر واحد ہے کیونکہ اس کے راوی صرف حضرت عثمان ہیں اور یہ اس آیت وضو کی تفسیر ہے۔ اگر اس کو اس کی تفسیر نہ ٹھہرایا جائے تو یہ آیت وضو مہمل رہ جاتی ہے۔

آیت جنابت کی تفسیر بھی خبر واحد پر موقوف ہے۔

وان کنتم جنبًا فاطّهّروا۔ (سورۃ المائدہ آیت: ۶)

اگر تم جنبی ہو تو غسل کرو۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا جلس احدکم بین شعبها الاربع ثم جهدها فقد وجب الغسل وان لم ینزل۔ (مشکوٰۃ باب الغسل صفحہ ۴۷ مطبع مجتبائی دہلی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے۔ پھر کوشش کرے یعنی مرد اپنی شرمگاہ عورت کی شرمگاہ میں داخل کرے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے اگرچہ اس کا مادہ تولید نہ نکلے۔

عن عائشة قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا غسل من الجنابة بدأ فغسل یدیه ثم یتوضاء کما یُتَوَضاءَ للصلوٰة ثم یدخل اصابعه فی الماء فیخلل بها اصول شعره ثم یصبّ علی راسه ثلاث غرفات بیدیه ثم یفیض الماء علی جلده کله۔ (مشکوٰۃ باب الغسل صفحہ ۴۸)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت فرماتے تھے تو شروع میں پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے تھے۔ پھر جس طرح نماز کے لیے وضو کیا جاتا ہے اسی طرح وضو فرماتے تھے۔ پھر اپنی انگلیاں پانی

میں داخل کرتے تھے۔ پھر ان کو اپنے بالوں کی جڑوں میں داخل کرتے تھے۔ پھر اپنے ہاتھوں سے تین چلو پانی لے کر اپنے سر پر ڈالتے۔ پھر اپنے سارے جسم پر پانی بہا دیتے تھے۔

تشریح: سورہ المائدہ کی آیت کا یہ جملہ (وان کنتم جنبا فاطھروا) مجمل ہے کیونکہ یہاں اتنا فرمایا ہے کہ اگر تم جنبی ہو تو طہارت کرو۔ اور یہ نہیں بتایا کہ جنبی کسے کہتے ہیں اور جنابت کی طہارت کس طرح کرنا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں ایک وضاحت بیان فرمائی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ والی روایت میں اتنا فرمایا ہے کہ جب خاوند بیوی کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے اور اپنی شرمگاہ اس کی شرمگاہ میں داخل کر دے تو ان پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ مادہ تولید کا نکلنا ضروری نہیں۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس کا نام جنبی ہونا ہے اور ایسے مرد اور عورت پر غسل کرنا فرض ہو جاتا ہے اور اس کے بعد حضرت عائشہؓ والی روایت میں غسل جنابت کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ بہرحال ان دونوں احادیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کنتم جنبا فاطھروا) کی تفسیر بیان فرمائی ہے۔ مگر یہ دونوں احادیث اخبار آحاد میں سے ہیں اگر ان کو ترک کر دیا جائے تو یہ جملہ مہمل رہ جاتا ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ تفسیر قرآن کے لیے اخبار آحاد کو بھی حجت بنانا بہت ضروری ہے اور یہ ایک مثال ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر خبر واحد پر موقوف ہے اور اس کے علاوہ احکامات اور ممنوعات کے متعلق جتنی آیات قرآنیہ ہیں ان کی تفسیر تقریباً اخبار آحاد پر ہی موقوف ہے۔ ہم نے طوالت سے بچنے کے لیے صرف ایک مثال پر ہی اکتفا کی ہے۔

بیان احوال رواۃ خبر واحد۔

جب یہ تفصیل سامنے آ چکی ہے کہ قرآن مجید کی اکثر و بیشتر آیات کی تفسیر خبر واحد پر موقوف ہے تو پھر خبر واحد کے راویوں کے احوال جاننا بھی ضروری ہے۔ لہٰذا علم اصول کی مشہور و معروف کتاب نور الانوار (جو ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے) میں جو احوال نقل کئے ہیں وہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ کہ راوی کی فقاہت اور سبقت اجتہاد مشہور و معروف ہو تو اسکی روایت حجت اور قابل قبول ہے اور اس کے مقابلہ میں اگر قیاس آئے تو احناف کے نزدیک اسے مسترد کر دیا جائے گا جیسا کہ

خلفاء راشدین، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر، زید بن ثابت، ابی بن کعب، معاذ بن جبل رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ایسی خبر واحد کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دیتے ہیں اور احناف کی دلیل یہ ہے کہ خبر واحد اپنے اصل کے اعتبار سے یقینی ہے۔ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک وصول میں شک ہے اور قیاس اصلاً مشکوک ہے۔ لہٰذا اس کو خبر واحد کا معارض نہیں قرار دیا جاسکتا اور اگر راوی کی عدالت اور ضبط تو معروف ہو مگر تفقہ میں معروف نہ ہو تو اس کی مروی خبر واحد کے مقابلہ میں اگر قیاس آئے تو اس میں امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ ظاہر حدیث کو ترجیح دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ قیاس کو ترجیح دیتے ہیں۔ مثلاً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے اور خبر واحد ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تصرّوا الابل والغنم فمن ابتاعها بعد ذالك فهو بخير النظرين بعد ان يحلبها ان رضيها امسكها وان سخطها ردّ ها وصاعا من تمر۔

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مت روکو اونٹوں کا اور بکریوں کا دودھ۔ پس جو انہیں خریدے اور ان کو دوہے اس کے بعد انہیں دو اختیار ہیں۔ خوش ہے تو رکھ لے اور اگر ناراض ہے تو انہیں واپس کر دے اور ساتھ صاع کھجور بھی دے۔ اب یہ حدیث خبر واحد ہے اور یہ قیاس سے ٹکرا رہی ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو چیزیں قیمتی ہیں ان میں اگر نقصان ہو جائے تو اس کی ضمانت بالمثل ہوتی ہے اگر وہ چیز مثل ہو یا قیمت ہوتی ہے۔ یہاں مناسب تو یہ ہے کہ جتنا دودھ مشتری نے پیا ہے اتنا دودھ دے یا اس کی قیمت دے۔ اگر پیئے ہوئے دودھ کی ضمانت ایک صاع کھجور سے لازم کرائی جائے تو ہو سکتا ہے کہ یہ ایک صاع اس کے دودھ سے زیادہ ہو یا کم ہو۔ لہٰذا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مشتری بیعہ کو واپس نہیں کر سکتا۔ وہ اپنا نقصان لے سکتا ہے۔

اور اگر وہ راوی حدیث۔ روایت اور عدالت میں مجہول ہو۔ اس سے صرف ایک دو حدیثیں ہی منقول ہوں۔ تو پھر اس کی پانچ صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ سلف نے اس سے حدیث

نقل کی ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس میں انہوں نے اختلاف کیا ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ انہوں نے اس پر طعن سے سکوت اختیار ہے۔ تو اس کا حال راوی معروف کی طرح ہے) ہے جس کی تفصیل ابھی پہلے بیان ہوئی ہے۔ کیونکہ سلف کا اس سے روایت کرنا۔ اس حدیث کی صحت کی شہادت ہے اور ان کا سکوت عن الطعن اس حدیث کی قبولیت کی نشانی ہے اور سلف نے جس میں اختلاف کیا ہے اس کی ایک مثال دی گئی ہے۔ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا تھا اور مہر مقرر نہیں کیا تھا اور وہ مر گیا ہے تو کیا اس کی منکوحہ بیوی کے لیے مہر ہے یا نہیں ہے۔ تو آپ ایک ماہ تک سوچتے رہے اور اس کے بعد فرمایا کہ میں نے اس مسئلہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ لیکن میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں۔ اگر وہ صحیح ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور اگر وہ غلط ہے تو میری طرف سے ہے اور شیطان کی طرف سے ہے اور فرمایا کہ میرے گمان میں اس عورت کا مہر مثل ہے۔ اس میں کمی بیشی نہیں ہوگی۔ تو اس وقت معقل بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بروع بنت واشق کے بارے میں ایسا ہی فیصلہ کیا تھا۔ جیسا کہ آپ نے کیا ہے۔ تو اس پر حضرت ابن مسعودؓ بہت خوش ہوئے اس لیے کہ ان کا فیصلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے موافق تھا مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو رد کر دیا اور فرمایا کہ ہم ایک دیہاتی ایڑیوں پر پیشاب کرنے والے کی بات پر توجہ نہیں دیتے اور یہ اس لیے فرمایا کہ بعض عرب اکڑوں بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے اور وہ معقل بن سنان بھی انہیں میں سے تھا اور یہ اشارہ ہے اس کی جہالت کی طرف۔ یعنی جو ایسا جاہل ہے اور بے احتیاط ہے اس کی روایت کس طرح قابل قبول ہو سکتی ہے اور حضرت علیؓ نے گمان کیا کہ اس عورت کو میراث ملے گی اور اس کے لیے مہر مثل نہیں ہوگا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر قیاس کیا کہ ان میاں بیوی کا آپس میں جس چیز پر عقد ہوا ہے وہ تو صحیح سلامت واپس ہو گئی ہے۔ اور وہ چیز عورت کا مقام مخصوص ہے جس پر عقد ہوا ہے اور مرد نے اس کو استعمال ہی نہیں کیا تو اس کا معاوضہ کس بات کا اس کو دیا جائے۔ جیسا کہ وہ خاوند اگر قبل دخول طلاق دیتا اور اس کا مہر مقرر نہ کرتا تو اس کے لیے تو سوائے متعہ کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہاں اپنے قیاس اور رائے پر عمل

کیا اور اس کو خبرِ واحد پر مقدم کیا اور احناف نے یہاں معقل بن سنان کی روایت پر عمل کیا کیونکہ بڑے بڑے ثقہ فقہاء نے ان سے روایت کی ہے ۔ جیسا کہ حضرت علقمہ، حضرت مسروق اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو یہ راوی معروف کی طرح ہو گیا ۔ اور یہ مؤکد بالقیاس بھی ہے کیونکہ موت سے مہر مثل مؤکد ہو جاتا ہے ۔ جیسا کہ مہر مسمّٰی مؤکد ہو جاتا ہے اور چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر سلف نے ایسے مجہول العدالت اور روایت راوی کو رد کر دیا ہو تو اس کی روایت قبل قبول نہیں ہوگی ۔ مثلاً فاطمہ بنت قیس کی روایت ہے کہ اس کے خاوند نے اسے تین طلاق دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے نفقہ اور رہائش مقرر نہیں کی تھی ۔ یہ ایک خبرِ واحد ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو رد کر دیا اور فرمایا کہ ہم اپنے اللہ کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کی گواہی کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے ۔ پتہ نہیں ہے کہ اس نے سچ کہا ہے یا جھوٹ کہا ہے ۔ یا بھول گئی ہے ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ایسی عورت کے لیے نفقہ بھی ہے اور سکنیٰ بھی ہے اور پانچویں صورت یہ ہے کہ سلف میں اس کی حدیث ظاہر نہ ہوئی ہو اور کسی نے اس کو رد یا قبول نہ کیا ہو اور وہ حدیث قیاس کے مخالف بھی نہ ہو تو اس پر عمل جائز ہے ۔

خبرِ واحد کے حجت ہونے کے لیے راوی میں چار شرائط ہیں ۔

پہلی شرط یہ ہے کہ راوی عاقل ہو یعنی نابالغ بے وقوف اور مجنون نہ ہو ۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ راوی تام الضبط ہو ۔ یعنی اس نے شروع سے لے کر آخر تک بات کو سنا ہو اور سننے کا حق ادا کیا ہو اور اس کو سمجھا ہو اور اسے خوب یاد بھی کیا ہو اور دوسرے کو پہنچانے تک اسے اسی طرح یاد ہو اور تیسری شرط اس راوی کی عدالت ہے ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ راوی گناہ کبائر سے بچتا ہو اور صغائر پر مصر نہ ہو ۔ گناہ کبائر اٹھارہ ہیں ۔ شرک[۱]، قتل ناحق[۲]، تہمت زنا[۳]، میدان جہاد[۴] سے فرار، یتیم[۵] کا مال کھانا، والدین کی نافرمانی[۶]، حرم[۷] شریف میں الحاد یہ تفصیل تو حضرت عمرؓ نے بیان فرمائی ہے اور بقول حضرت ابوہریرہؓ سود[۸] کھانا، چوری[۹] کرنا، شراب[۱۰] پینا بھی اس کے ساتھ شامل ہے اور بعض نے زنا[۱۱]، لواطت[۱۲]، جادو[۱۳] کرنا، جھوٹی شہادت[۱۴]، جھوٹی قسم[۱۵]، ڈکیتی[۱۶]، غیبت[۱۷]، جوا[۱۸] کھیلنا بھی گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ہر گناہ اپنے ماتحت کے لحاظ سے کبیرہ ہے اور مافوق کے لحاظ سے صغیرہ ہے اور گناہ صغیرہ پر اصرار بھی کبیرہ ہی ہوتا ہے ۔ بہر حال جس راوی میں یہ جرائم

ہوں اس کی روایت قابل قبول نہیں ہے۔

اور چوتھی شرط اس راوی کے لیے یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو۔ کافر یا منافق کی روایت قابل قبول نہیں ہے۔

انقطاع خبر واحد۔

انقطاع سے مراد یہ ہے کہ خبر واحد کی سند جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی ہوئی نہ ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں ظاہری اور باطنی۔ ظاہری یہ ہے کہ راوی اپنے مابین اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین واسطہ ترک کر دے اور کہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا تھا ایسی حدیث کو مرسل کہتے ہیں اور اس کی چار قسمیں ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ صحابی نے سند ترک کی ہو۔ اور دوسری قسم یہ ہے کہ تابعی نے سند ترک کی ہو اور تیسری یہ ہے تبع تابعی نے سند ترک کی ہو اور چوتھی یہ ہے کہ ان کے ماسوا بعد والوں نے سند ترک کی ہو۔ پس صحابی کی مرسل بالاجماع مقبول ہے مثلاً صحابی یوں کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تھا۔ اب صحابی کا یہ کہنا دو حال سے خالی نہیں ہے کیونکہ اس نے بذات خود وہ بات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوگی۔ اور یا اس نے کسی دوسرے صحابی سے وہ بات سنی ہوگی اور وہ خود وہاں موجود نہیں ہوگا۔ پس اگر اس نے ارسال کیا ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ وہ کہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اگر اسنا دکی ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ صحابی کہے گا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حدثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا۔ اور قرن ثانی اور ثالث کی مراسیل میں احناف اور شافعیہ کا اختلاف ہے۔ شافعیہ کے نزدیک تابعی اور تبع تابعی کی مراسیل مقبول نہیں ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ جب راوی کی صرف صفات مجہول ہوں تو اس کی روایت مقبول نہیں ہوتی تو جہاں صفات اور ذات دونوں مجہول ہوں۔ تو اس کی روایت بطریق اولی مقبول نہیں ہونی چاہیے۔ ہاں اگر کسی اور حجت قطعی سے یا قیاس صحیح سے اس کی تائید ہوتی ہو تو پھر اسے قبول کیا جاسکتا ہے اور نیز اگر امت نے اسے قبول کر لیا۔ یا کسی اور ذریعہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کا اتصال ہو چکا ہو تو پھر بھی مراسیل تابعی اور تبع تابعی کو قبول کیا جاسکتا ہے اور احناف مراسیل تابعی اور تبع تابعی کو مراسیل صحابی کی طرح قبول کرتے ہیں اور احناف یہ کہتے ہیں کہ ہماری بحث اس شخص کے ارسال میں ہے کہ اگر وہ کسی دوسرے کی طرف نسبت کرے تو اس کی روایت قبول کی جائے

اور اس پر جھوٹ کا گمان نہ کیا جائے تو ایسا شخص اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بات کی نسبت کرتا اور درمیان میں ارسال کرتا ہے تو اس کی روایت قبول کرنا چاہیے اور اس پر یہ بدگمانی نہیں کرنا چاہیے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھے گا۔

اور ارسال کی چوتھی قسم قرن ثانی ثالث کے لوگوں کی ہے۔ ان کی مراسیل امام کرخی کے نزدیک تو مقبول ہے لیکن ابن ابان کے نزدیک مقبول نہیں ہے۔ یہ تفصیل تو انقطاع کی ظاہری قسم کی مذکور ہوئی ہے اور انقطاع کی دوسری قسم باطنی ہے اور اس کی پھر دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ظاہری طور پر تو اس حدیث کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتصال ہو لیکن راوی میں کوئی نقصان ہو مثلاً وہ راوی کافر ہو یا فاسق ہو بچہ یا بے وقوف ہو تو ایسی خبر واحد قابل قبول نہیں ہوگی اور اگر وہ نقصان عارضی ہو یعنی اس حدیث کے راوی میں عدالت کی تمام صفات موجود ہوں لیکن وہ کتاب اللہ یا سنت معروفہ کے خلاف ہو تو بھی وہ قابل قبول نہیں ہے۔ مثلاً مسلم شریف میں ایک حدیث ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شخص آیا اور اس نے ایک دعویٰ پیش کیا اور اس کے پاس ایک گواہ تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے گواہ کے بدلے اسے قسم اٹھانے کا حکم دیا۔ یہ خبر واحد ہے اور یہ ایک مشہور حدیث کے خلاف ہے کہ البینة علی المدعی والیمین علی من انکر لہٰذا ایسی خبر واحد قابل قبول نہیں ہوگی اور اسی طرح اگر وہ خبر واحد عام واقعہ اور حادثہ کے خلاف ہو تو بھی وہ خبر واحد قابل قبول نہیں ہوگی مثلاً نعیم مجمر سے ایک روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العلمین آخر تک سورۃ پڑھی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست پاک میں میری جان ہے۔ میں تمہاری بنسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہراً پڑھنا چاہیے۔ مگر یہ خبر واحد ہے یہ ایک مشہور واقعہ کے خلاف ہے کہ خلفاء اربع فاتحہ سے پہلے بسم اللہ جہراً نہیں پڑھتے تھے۔ اگر اس حدیث کو تسلیم کر لیا جائے اور اسے حجت مان لیا جائے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے سوا اور کسی نے یہ حدیث نہیں سنی تھی لہٰذا ایسی خبر واحد کبھی قابل قبول نہیں ہوگی اور اسی طرح اگر صحابہؓ نے اس حدیث کی طرف توجہ نہ دی ہو تو بھی وہ قبول نہیں ہوگی مثلاً یتیم کے مال میں زکوٰۃ فرض

ہونے کے مسئلہ میں صحابہؓ کے مابین اختلاف رائے ہوا۔ تو اس وقت یہ حدیث بھی پیش کی گئی ابتغوا فی مال الیتمٰی خیرا کیلا تاکلہ الصدقۃ ترجمہ یتیموں کے مال میں بہتری تلاش کرو تاکہ اس کو صدقہ نہ کھائے) اور جب صحابہؓ نے اس حدیث کی طرف توجہ نہ کی تو اس کا مقصد یہ ہے کہ یا تو یہ حدیث نہیں ہے اور یا یہاں صدقہ سے مراد یتیم کے مال سے اس کی ذات پر خرچ کرنا ہے اور حدیث میں ذاتی خرچ پر صدقے کا اطلاق ہوا ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "نفقۃ المرء علی نفسہ صدقۃ" کہ آدمی کا اپنی ذات پر خرچ بھی صدقہ ہے۔

محل کے اعتبار سے خبر واحد کی پانچ قسمیں ہیں۔

قسم اوّل حقوق اللہ۔ یعنی اگر اس خبر واحد سے حقوق اللہ ثابت ہوتے ہوں تو وہ قابل قبول اور حجت ہے۔ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ حدود و قصاص وغیرہ اور یہاں تعداد راوی میں اختلاف ہے کہ آیا تعداد بھی شرط ہے یا نہیں بعض فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ تعداد کی کوئی شرط نہیں ہے۔ ایک کی روایت بھی قبول ہے۔ کیونکہ صحابہؓ نے حضرت عائشہؓ کی روایت قبول کی ہے۔ "اذا جاوز الختان الختان وجب الغسل"۔ ترجمہ: جب ختان ختان سے تجاوز کرے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ ختان مرد اور عورت کی شرمگاہ کے آخری حصّہ کو کہتے ہیں۔ کنایہ جماع سے ہے اور بعض فقہاء نے فرمایا ہے کہ راویوں کی تعداد شرط ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیلے ذوالیدین کی خبر قبول نہیں کی تھی ترمذی شریف میں اس کا واقعہ یہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی دو رکعات پڑھا کر سلام پھیر دیا۔ تو آپ کے صحابی ذوالیدین نے کہا کہ نماز چھوٹی ہو گئی ہے یا کہ آپ بھول گئے ہیں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے صحابہؓ سے پوچھا کہ کیا یہ ذوالیدین سچ کہتا ہے تو صحابہؓ نے ذوالیدین کی تصدیق کی کہ ہاں آپ نے دو رکعات پڑھائی ہیں۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات دوسری پڑھائیں جو رہ گئی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حقوق اللہ میں صرف ایک آدمی کی روایت کافی نہیں ہے بلکہ راوی متعدد ہونے چاہئیں۔ دوسری قسم یہ ہے کہ اس خبر کا تعلق حقوق العباد سے ہو۔ اس کی پھر دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ اس سے کسی کا کسی پر حق ثابت ہوتا ہے جیسے کہ معاملات وغیرہ ہیں تو اس وقت اس راوی کے لیے عقل عدالت ضبط اسلام مع العدد شرط ہے اور ولایت بھی اور لفظ شہادت بھی شرط ہے۔ مثلاً یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں اور

وہ آزاد ہو غلام نہ ہو۔ تو اس وقت قاضی کے سامنے یہ خبر معتبر ہو گی محل خبر کی تیسری قسم جس میں کسی پر حق لازم نہ ہو۔ یعنی وہ خبر واحد جس سے کسی پر دوسرے کا حق ثابت نہ ہوتا ہو مثلاً مضاربت وکالت اور ہدایا وغیرہ اور یوں کہے کہ فلاں نے تجھے وکیل بنایا ہے اور فلاں نے تجھے ہدیہ دیا ہے ان معاملات میں راوی بچہ ہو مسلمان ہو کافر ہو آزاد ہو یا غلام ہو فاسق ہو یا عادل ہو اس کی خبر مقبول ہے مگر اتنی شرط ضروری ہے کہ اس کو معاملات میں تمیز ہو تو اس وقت اس کی خبر پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ اگر اسکی خبر پر عمل نہ کیا جائے تو نظام سارا معطل ہو جائے گا۔ اس لیے ایسے راوی کی خبر پر عمل کرنا جائز ہے اور یہ خبر قبول کرنے سے کسی پر کوئی حق لازم بھی نہیں آتا۔ کیونکہ جس کو خبر دی گئی ہے اس کی مرضی ہے کہ اس خبر کو قبول کرے یا نہ کرے۔ اور اگر اس محل خبر میں من وجہ کسی کا حق لازم ہوتا ہے اور من وجہ لازم نہیں ہوتا۔ تو ایسی خبر کے قبول کرنے میں دو رائے ہیں۔ ایک رائے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اور دوسری رائے صاحبین کی ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس وقت دو راوی ہونے چاہئیں یا اگر ایک ہو اس کا عادل ہونا ضروری ہے اور صاحبین کے نزدیک کوئی شرط نہیں ہے۔ مثلاً وکیل کو معزول کرنا یا ماذون فی التجارۃ پر پابندی عائد کرنا اس کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ مؤکل اگر وکیل کو معزول کرتا ہے یا ماذون پر پابندی عائد کرتا ہے تو اس صورت میں اس پر کوئی الزام تو نہیں ہے کیونکہ وہ اس سلسلہ میں مختار ہے وہ وکیل بنا بھی سکتا ہے اور اسے معزول بھی کر سکتا ہے اور دوسروں کو تجارۃ کی اجازت دے بھی سکتا ہے اور اسے ہٹا سکتا ہے اور اس حیثیت سے کہ اس سے وکیل اور ماذون کا نقصان ہو گا تو اس پر الزام بھی ہے اس لیے امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یا دو گواہ ہونے چاہئیں یا ایک عادل ہونا چاہیے تب خبر واحد قبول کی جا سکتی ہے اور صاحبین کے نزدیک کوئی شرط نہیں اور امام صاحبؒ اور صاحبین کا یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب مخبر فضول ہو۔ اور اگر وہ مخبر مؤکل نے یا مولی نے خود بھیجا ہے تو اس وقت عدالت یا عدد کوئی شرط نہیں تینوں کے نزدیک اتفاقاً اس کی خبر قبول کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ وکیل اور قاصد کی عبارت مؤکل اور مرسل جیسی ہی ہوتی ہے۔

مطلق خبر واحد چار قسم ہے۔

یعنی قطع نظر اس کے کہ وہ خبر رسول ہو یا غیر رسول ہو وہ چار قسم ہے پہلی قسم یہ ہے کہ وہ خبر

یقیناً سچی ہو۔ جیسا کہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے سچا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام گناہوں سے پاک تھے اسلیے آپکی جو خبر ہوگی وہ سچی ہی ہوگی اور خبر کی دوسری قسم یقیناً جھوٹی ہے جیسا کہ فرعون کا دعویٰ ربوبیت اور یہ خبر جھوٹی اسلیے ہے کہ ایک حادث اور فانی کا معبود ہونا بداہت کے خلاف ہے۔

اور تیسری قسم یہ ہے کہ اس خبر میں سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال برابر ہو۔ جیسا کہ ایک فاسق و فاجر کی خبر۔ کیونکہ اس اعتبار سے کہ وہ مسلمان ہے تو اس کی خبر کے سچا ہونے کا احتمال ہے اور اس حیثیت سے کہ وہ فاسق و فاجر ہے تو اس کی خبر میں جھوٹ کا احتمال ہے فلہذا ایسی خبر واجب التوقف ہے۔
اور اس خبر کی چوتھی قسم یہ ہے کہ اس کے دو احتمالوں میں سے سچا ہونے کا احتمال زیادہ راجح ہو۔ جیسا کہ ایک عادل آدمی کی خبر کہ جس میں عادل ہونے کی تمام شرائط موجود ہوں۔ اصولین کی بحث اس آخری قسم میں ہے۔ پہلی سے اس لیے ان کا غرض متعلق نہیں ہے کہ وہ تو ایک عادل ہستی کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہوئی ہے۔ اس لیے اس کے احوال کو پہنچانا کافی ہے اور دوسرے اس سے غرض اس لیے متعلق نہیں ہے کہ علماء اصولین ایسی خبروں سے مسائل مستنبط کرتے ہیں اور قسم ثانی سے مسائل مستنبط نہیں ہو سکتے۔
اور تیسری قسم کا بھی یہی حال ہے۔ لہٰذا اصولین صرف چوتھی قسم سے ہی بحث کرتے ہیں اس کی تین اطراف ہیں۔ طرف سماع۔ طرف حفظ اور طرف ادا۔ طرف سماع یہ ہے کہ شاگرد حدیث کی عبارت اپنے استاذ سے بالمشافہ یا غائبانہ بایں طور سنتا ہو کہ وہ اپنی کتاب یا حفظ شدہ عبارت اپنے استاذ کے سامنے پڑھے اور پھر اس سے پوچھے کہ میں نے جو عبارت آپ کے سامنے پڑھی ہے یہ صحیح ہے اور وہ استاذ کہے کہ ہاں صحیح ہے۔ یا استاذ شاگرد کے سامنے اپنی کوئی تحریر یا حفظ شدہ عبارت پڑھے اور شاگرد سنے اور استاذ شاگرد کو اپنی طرف سے ایک سند دستاویز لکھ کر دے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے یوں لکھے من فلاں ابن فلاں الی فلاں ابن فلاں اس کے بعد بسم اللہ اور حمد ثناء اور صلوٰۃ اور اس کے بعد لکھے حدثنی فلاں عن فلاں یہاں تک کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ سند پہنچائے اور شاگرد کو لکھے کہ جب تیرے پاس میری یہ سند پہنچے اور تو اس کو سمجھ لے تو پھر تجھے میری طرف سے حدیث بیان کرنے کی اجازت ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے بسم اللہ حمد ثناء اور صلوٰۃ لکھے اور قاصد بھیجنے کا بھی یہی طریقہ ہے کہ محدث قاصد سے یوں کہے کہ تو میری طرف سے فلاں کو یہ حدیث پہنچا دو کہ مجھے فلاں بن فلاں نے یہ حدیث پہنچائی ہے تا آخر اور جب تجھے

میری طرف سے یہ پیغام پہنچے تو تم میری کتاب سے یہ حدیث نقل کر سکتے ہو۔ اس وقت یہ تحریر اور اور یہ پیغام حجت ہوں گے جب کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں شہادت دیں۔ پس یہ قسمیں عزمیت کی ہیں یعنی ایسی حدیث پر عمل لازمی ہے اور اگر استاذ شاگرد کے درمیان ملاقات نہ ہوئی ہو نہ شاگرد نے استاذ کو حدیث سنائی ہو اور نہ استاد نے شاگرد کو سنائی ہو بلکہ ویسے محدث نے دوسرے کو اجازت دی ہو کہ مجھے فلاں بن فلاں نے یہ حدیث سنائی ہے اور تمہیں میری طرف سے اجازت ہے کہ یہ حدیث اوروں کو پہنچاؤ اور یا محدث اپنی کتاب دوسرے کو دے اور کہے کہ اس کتاب میں جو احادیث ہیں یہ میں نے فلاں شیخ سے سنی ہیں اور میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ اگر مجاز لہ اس سے پہلے اس کتاب کا عالم ہو تب تو یہ اجازت صحیح ہے اسی کو رخصت کہتے ہیں۔ اور اگر وہ پہلے سے اس کتاب کا عالم نہیں ہے تو پھر اس کو یہ اجازت دینا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اجازت اس کے لیے حجت نہیں بن سکتی البتہ یہ اجازت تبرک بن سکتی ہے۔ دوسری حجت حفظ ہے یعنی اس شاگرد نے حدیث کی عبارت من عن خوب یاد کی ہو۔ اس کے اندر بھی ایک عزمیت ہے اور دوسری رخصت ہے۔ عزمیت یہ ہے کہ شاگرد نے سماع سے لیکر ادا تک وہ حدیث یاد کی ہو اور اس نے کتاب پر اعتماد نہ کیا ہو۔ اس حدیث کو حجت بنانا ضروری ہے اور لازمی ہے اور قوی تر ہے۔ اور رخصت اس میں یہ ہے کہ اس شاگرد نے سماع سے لے کر ادا تک وہ حدیث حفظ نہ کی ہو بلکہ کتاب پر اعتماد کیا ہو اگر اس کتاب میں دیکھے تو اسے مجلس سماع اور مجلس درس وغیرہ سب یاد آجائیں تو بھی حجت بن سکتی ہے اور اگر اسے وہ سماع حدیث یاد نہ آئے تو اس وقت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حجت نہیں بن سکتی ہے اور تیسری حجت ادا ہے۔ اس کے اندر بھی دو پہلو ہیں عزمیت اور رخصت۔ عزمیت یہ ہے کہ جیسے اس نے حدیث سنی ہو ویسے ہی من وعن ادا کی ہو۔ ایسی حدیث کا حجت ماننا بھی لازمی ہے اور اس میں رخصت کا پہلو یہ ہے کہ شاگرد نے حدیث کا معنی تو وہی بیان کیا ہو مگر الفاظ اس کے اپنے ہوں۔ ایسی حدیث کو حجت ماننے کی اجازت ہے جمہور علماء کی یہی رائے ہے کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم ایسا ہی کرتے تھے اور بعض علماء اس حدیث کو حجت نہیں مانتے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس طرح اس حدیث میں کمی بیشی ہو جائے۔ اور حق بات یہ ہے کہ اگر وہ حدیث محکم اور واضح المعنی ہے تو صاحب بصیرت آدمی کے لیے وہ حدیث بالمعنی نقل کرنا جائز ہے اور اگر وہ ظاہر المعنی ہو لیکن غیر کا اس میں احتمال ہو

یعنی عام ہو تو اس میں خصوص کا احتمال ہو یا حقیقت ہو تو اس میں مجاز کا احتمال ہو تو ایسی حدیث بالمعنی نقل کرنا سوائے مجتہد کے جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مراد سے واقف ہوتا ہے وہ اگر حدیث بالمعنی نقل کرے تو اس میں خلل نہیں آئے گا اور اصل ممانعت جو ہے وہ خلل کی وجہ سے ہے۔ مثلاً صاحب نور الانوار نے اقسام سنن کی بحث میں حاشیہ پہ یہ حدیث نقل کی ہے۔ جو ابو داود سے منقول ہے۔

عن عکرمۃ ان ابن عباس قال ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من بدل دینہ فاقتلوہ۔

ترجمہ: عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دین بدلے اس کو قتل کر دو۔

اس حدیث میں کلمہ من عام ہے مگر عورت اس سے مخصوص ہے کیونکہ اس کا قتل جائز نہیں ہے اور اس حدیث کو بالمعنی بیان کیا جائے تو عبارت یوں بنے گی "کل من بدل دینہ فاقتلوہ"۔ ترجمہ "یعنی جو بھی اپنا دین بدلے اسے قتل کر دو" تو اس میں عورت بھی شامل ہو گی کیونکہ کل عموم میں نص ہے اور من نص نہیں ہے اور جو حدیث کے کلمات جامع ہوں یا مجمل مشکل یا مشترک ہوں تو ان کا نقل بالمعنی کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے خواہ مجتہد ہو یا غیر مجتہد ہو۔ جامع کلمات تو حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے مخصوص تھے اور مشکل اور مشترک کو تاویل سے نقل کرے گا اور اس کی تاویل کسی کے لیے ماننا ضروری نہیں ہے اور مجمل میں استفسار کے سوا معنی پہ واقفیت نہیں ہو سکتی۔ عنوان سترہ سے لے کر اکیس تک پوری تحقیق نور الانوار شرح منار (تالیف ملا جیون رحمۃ اللّٰہ علیہ) سے نقل کی گئی ہے۔

دورِ حاضر میں انکار حجیّت خبر واحد کا مقصد۔

گذشتہ صفحات میں پوری تحقیق کے ساتھ یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور جناب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خبر واحد کا اعتبار کیا کرتے تھے اور پھر آپ کے صحابہ رضوان اللّٰہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی آپؐ کے حین حیات میں اور آپ کے بعد بھی خبر واحد کا اعتبار کرتے رہے ہیں اور وہ ایک دوسرے کے سامنے خبر واحد نقل بھی کرتے تھے اور ایک دوسرے سے سن کر اس پہ اعتماد بھی کرتے تھے اور اسی طرح ائمہ مجتہدین میں سے کوئی بھی (خبر واحد کا بحیثیت خبر واحد ہونے کے) مخالف نہیں تھا۔ البتہ خبر واحد اور قیاس کے تقابل کے وقت دونوں میں سے کس کو ترجیح دینا ہے۔

اس میں ضرور اختلاف رہا ہے جس کی تفصیل پیچھے نقل کر دی گئی ہے اور علماء امت میں سے بھی آج تک کسی نے خبر واحد کے حجت ہونے کا انکار نہیں کیا البتہ دوسری صدی ہجری میں خوارج اور معتزلہ نے یہ فتنہ کھڑا کیا تھا۔ ان کی غرض یہ تھی کہ قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ توضیح اور تشریح سے الگ کر کے مجرد ایک کتاب کی حیثیت سے لیا جائے اور پھر اس کی من مانی تاویلات کر کے ایک دوسرا نظام بنا ڈالا جائے اور اس کے لیے انہوں نے دو حربے اختیار کیے۔ ایک حدیث کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کیے اور دوسرا حربہ یہ اختیار کیا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے پابند بھی نہیں ہیں یہ فتنے اپنی موت آپ مر گئے اور ان کی موت کا باعث اس وقت کے علماء اور محدثین کی علمی تحقیق تھی جس نے لوگوں کو مطمئن کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ تیرھویں صدی میں یہ فتنہ پھر زندہ ہوا پہلے عراق میں پھر ہندوستان میں۔ یہاں اس کی ابتدا کرنے والے سر سید احمد خان، مولوی چراغ علی، عبداللہ چکڑالوی، اسلم جیراج پوری تھے۔ پھر اس کی لگام غلام احمد پرویز نے سنبھالی اور پھر ڈاکٹر عثمانی نے بھی اس میں حصّہ لیا۔ ان کا مقصد در اصل مغربی تہذیب کو عام کرنا تھا اور اس سلسلہ میں ان قرآن و حدیث رکاوٹ نظر آرہے تھے۔ اب اگر یہ لوگ قرآن کا انکار کرتے تو انہیں کھلے کفر کے میدان میں کھڑا ہونا پڑتا تھا۔ اس لیے انہوں نے انکار حدیث کی راہ اپنائی۔ لیکن یہاں بھی انہیں وہی مشکل درپیش آئی جو انکار قرآن کے سلسلہ میں درپیش آئی تھی کیونکہ بعض احادیث قرآن کی طرح متواتر ہیں اور بعض مشہور اور بعض آحاد ہیں۔ اب اگر یہ لوگ احادیث متواترہ یا مشہورہ کا انکار کرتے ہیں تو بداہت کا انکار لازم آتا ہے جسے کوئی ذی عقل تسلیم نہیں کر سکتا۔ اس لیے انہوں نے اخبار آحاد کے انکار کا راستہ سنبھالا ہے کیونکہ ان کے ترک کرنے سے پورے دین کا تختہ دھڑام ہو سکتا ہے۔ لیکن الحمد للہ علماء حق کی مساعی جمیلہ اور محنت شاقہ سے آج یہ فتنہ بھی مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا ہے اور اپنے پیش رووں کی طرح اپنے انجام بد کو پہنچنے والا ہے! الحمد للہ والمن للہ۔